QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

نظمِ قرآن اور ربط و مناسبتِ آیات کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the Nazm-ul-Qur'ān and the Interconnectedness of the Verses

Sadia Kiran

M.Phil Scholar, Riphah International University Faisalabad.

Email: Sadiakiran198@gmail.com

Dr. Faryal Umbreen

Assistant Professor/Incharge, Dawah Centre for Women Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad. Email: faryal.umbreen@iiu.edu.pk

Mohsan Hassan

Doctoral Candidate, Green International University Lahore.

Email: Mohsanhassan27@gmail.com

The Qur'ān, the holy book of islam, is revered not only for its spiritual guidance but also for its remarkable coherence and relevance. Throughout its verses, there exists a profound interconnectedness and relevance that transcends time and context. This coherence is often referred to as "rabt" or the intricate web of connections between different parts of the Qur'ān. The Qur'ān itself attests to this interconnectedness, stating, "and those who disbelieve say, 'why was the Qur'ān not revealed to him all at once?' thus [it is] that we may strengthen thereby your heart. And we have spaced it distinctly" (Qur'ān 25:32). This deliberate arrangement serves to reinforce key themes, principles, and narratives, fostering a deeper understanding of divine wisdom and guidance. The significance of this coherence lies in its ability to provide a comprehensive framework for spiritual reflection, moral guidance, and practical application in various aspects of life. It underscores the Quran's timeless relevance and its capacity to address the complexities of the human condition across different ages and cultures.

Keywords: Qur'an, Nazm-ul-Qur'an, Coherence, Interconnectedness, I'jāz-ul-Qur'an, Divine Wisdom.

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف:

قرآن کریم ایک دائمی اور ابدی کتاب ہے یہ اقوال کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک باقاعدہ کتاب ہے یہ نہ صرف ترقی ورہنمائی کا ذریعہ ہے بلکہ نظم وربط اور فصاحت وبلاغت کی بھی ایک شکل ہے اس کی سب سے چھوٹی وحدت سورہ ہے قرآن کریم سورتوں کی شکل میں بیان ہوا ہے جس میں ایک موضوع کو سامنے رکھ کربات شروع ہوتی ہے اور آگے بڑھتے ہوئے پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے آپ بات کو ایک جگہ سے شروع کرکے پھر اسی کے سیاق وسباق میں کرتے چلیں جائیں اور آپ نے اس بات کو ترتیب کے ساتھ ختم کردیا یہ کلامِ نظم وربط کہلاتا ہے کلام کو منتشر نہیں کیا بلکہ اس کو ایک نقطہ سے شروع کرکے دوسرے نقطہ تک پہنچایا ہے۔

اسی طرح قرآن میں بھی سورتوں اور مضامین کو ترتیب دی گئی ہے رسول اللہ ﷺ کی دعوت یعنی (اللہ کی بات کا پیغام پہنچانا) کہیں انذار وتبشیر اور پھر کہیں مکالمہ ہوا تو اس پر اللہ کی طرف سے فیصلہ کا آجانا یہ سب کچھ قرآن میں ایک نظم کے ساتھ بیان ہوا ہے قرآن کے ان مضامین میں نظم وربط اور بلاغت کا ایسا تصور بھی انسانی عقل سے باہر ہے اس کی ہر آیت جدا مضمون کی حامل ہے مگر پھر بھی ان کے درمیان نہایت لطیف ربط پایا جاتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم تو اللہ کا کلام ہے ہم اگر کسی انسانی علمی کلام کو ہی لیں اور اس کو پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس میں ایک صورت ہے کہ جملے کا جملے سے کوئی تعلق نہ جوڑا جائے یا جملوں کو مصنف کی ترتیب کے مطابق ملا کر پڑھا جائے تو اس میں ظاہری بات ہے کہ قاری کے ذہن پر جو تاثر مربوط جملوں کا ہوگا وہ جدا جملوں میں ممکن نہیں۔ علامہ تقی عثمانی اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

> "اس ربط کو بظاہر اتنا دقیق اور غامض رکھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر آیت کی ایک مستقل حیثیت برقرار رہے اور اس کے الفاظ کا عموم ختم نہ ہونے پائے تاکہ "العبرۃ بعموم اللفظ" پر عمل کرنا آسان ہو۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں اہل عرب کے خطبات اور قصے کہانیوں کا اسلوب یہی ہوتا تھا کہ ان کے مضامین مرتب اور مربوط ہونے کی بجائے مستقل حیثیت رکھتے تھے۔ لہذا یہ طریقہ اس دور کے ادبی ذوق کے عین مطابق تھا چنانچہ اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کریم کی ہر آیت مستقل معلوم ہوگی۔ اس طرح قرآن مجید نے اپنے ربط میں جو اسلوب اختیار کیا وہ اس کا دقیق ترین اعجاز ہے۔"[1]

علم ربط ومناسبت کے حوالے سے علماء نے چار الفاظ (مترادفات کے طور پر) استعمال کیے ہیں۔

1. نظم
2. مناسبت
3. ربط
4. نسق

مناسبت کا لغوی معنی اور مفہوم:

لغت میں مناسبت ہم شکل ہونا، باہمی قرابت ہونا، مزاج یا عادات وغیرہ میں موافقت وملائمت ہونا۔ علامہ فیروز آبادی (م817ھ) اس

[1] U'smānī muḥammad taqī, u'lōm al-qurān(Lāhōr: maktabaḥ dar al-u'lōm,1412 A.H), 266

مفہوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ (المناسبۃ المشاکلہ)[2] مناسبت سے مراد باہم شکل ہونا ہے۔ڈاکٹر ابراہیم انیس بیان کرتے ہیں کہ:

"فلاں کے ساتھ مناسبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کے نسب میں شریک ہے اس کا ہم شکل ہے اور کہا جاتا ہے ان دونوں میں مناسبت ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں کام یا فلاں چیز سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس سے ملائمت ہے اس کا مزاج اس کے موافق ہے۔"[3]

خلیل بن احمد الفراہیدی اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"النسب فی القرابات فلان نسیی وھولاء انسابی" تعلق داروں میں نسب کا استعمال اس طرح ہے کہ فلاں میرا ہم نسب ہے فلاں میرے نسب سے متعلق ہے۔[4]

علامہ زرکشی[5] مناسبت کے مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "لغت میں مناسبت باہم قرابت ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں سے مناسبت رکھتا ہے، یعنی اس کے قریب ہے اور اسکا ہم شکل ہے اور اسی سے نسیب ہے اور وہ قریبی رشتہ دار جیسے بھائی، چچازاد وغیرہ ہے وہ دونوں متناسب ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کے درمیان رابطہ اور تعلق ہے۔ نظم مناسبت میں میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ مناسبت عام مطلق اور نظام خاص مطلق ہے یعنی جہاں نظام ہو گا وہاں مناسبت ضرور ہو گی اور جہاں مناسبت ہو وہاں نظام ضروری نہیں۔

ربط کا لغوی معنی اور مفہوم:

ربط لغت میں مضبوط معنی میں مستعمل ہے۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (م393ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ربطت الشیء اربطه، اربطه ایضا عن الاخفش" کسی چیز کو باندھ دینا یا پرو دینا۔ اور اخفش کے نزدیک بھی یہی معنی ہے۔[6]

علامہ ابن منظور الافریقی (م711ھ) اور محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م817ھ) میں بیان کرتے ہیں:

"ربط الشی یربطه ویربطه ربنه فھو مربوط" کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کا نام ربط ہے۔[7]

ڈاکٹر ابراہیم انیس لکھتے ہیں:

"الربط :العلاقه الواصله بین الشیئین ۔" ربط ایک تعلق ہے جو دو چیزوں کو ملاتا ہے۔ تمام

---

[2]Muḥammad bin ya'qōb firōz ābādī, al-qāmōs al-muḥīṭ, mūsasah al-risālah, 5th Edition (Beirūt: 416 A.H),176

[3]Ibrāhīm anīs, al-mu'jam al-wasīv (Qaṭar: dar aḥyā' al-turāth al-islāmī, S.N), 916

[4]Khalīl bin aḥmad al-farāhīdī, Abū a'bd al-reḥmān, intashārāt uswah (Irān:414 A.H), 970

[5]Muḥammad bin a'bdullah al-zarkashī, al-burḥān fī u'lōm al-qurān, 1st edition (Beirūt: dar al-aḥyā' al-kutab al-a'rbiyah, 1386 A.H), 6

[6]Ibn-e-Hamād al-ṣaḥāḥ, tāj al-lughah al-a'rbiyah (Beirūt: dar al-i'lm li al-malā'īn, 1376 A.H), 945

[7]Imām muḥammad bin mukaram ibn-e-manḍōr afrīqī, lisān al-a'rab, 112

ائمہ لغت کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کے لیے لفظ ربط بیان کرتے ہیں۔"[8]

نظم کا لغوی معنی اور مفہوم:

نظم لغت میں کسی چیز کی حسن ترتیب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کلام موزوں، مقفیٰ، مسجع، عبارتوں موتیوں کی مالا یا کسی بھی چیز کا خوبصورت انداز میں باہمی جوڑ، تعلق اور واسطہ، ہو تو نظم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ابن منظور افریقی (م 711ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

" نظم تالیف اور ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہے موتیوں کی مالا، ان کو باہمی ترتیب میں پرونا خوبصورت انداز میں دھاگے میں منضبط کرنا ہے۔"[9]

محمد مرتضیٰ الزبیدی نظم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"ایک چیز کا دوسری چیز سے ملا ہوا ہونا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ موتیوں کو باہم ایک لڑی میں پرو دینا ،موتیوں کی مالا، باہم ترتیب سے رکھنا، باہمی ترتیب سے خوبصورت انداز سے دھاگے میں منضبط کرنا ، کسی کام کو ترتیب دینا، انتظام سے کرنا اور اسی سے نظمت الشعر بھی ہے۔[10]

نسق کا معنی اور مفہوم:

کسی چیز کا ترتیب و تنظیم میں ہونا، ایک قطار میں ہونا، اور کلام کا خوبصورت ترتیب سے ہونا نسق کہلاتا ہے۔ابن منظور افریقی [11]اس حوالے سے بیان کرتے ہیں:

" **النسق من كل شيئ ما كان على طريقة نظام واحد عام فى الاشياء**" جو چیز ایک نظام اور طریقے پر ہو اس چیز کا نسق کہلاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم ربط و مناسبت وہ علم ہے جو قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی تعلق سے بحث کرتا ہے۔ان الفاظ کی تشریح سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ مترادف الفاظ ہیں کہ کسی کا معنی جوڑنا ہے اور کسی کا معنی ملانا اور موافق کرنا ہے اور کسی کا معنی قربت اور ہم آہنگی ہے۔ لیکن ان تمام سے مراد ربط قرآن ہی ہے۔اور ان تمام ادباء اور مفسرین کا مقصد صرف اور صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ قرآن مجید کی تمام سورتیں اور آیات باہم منظوم و مربوط ہیں۔ قرآن کریم کی ہر آیت اور سورت اپنی آپ میں ایک مکمل موضوع ہے۔

---

[8] Ibrāhīm anīs, al-mu‘jam al-wasīv, 323

[9] Imām muḥammad bin mukaram ibn-e-manḍōr afrīqī, lisān al-a‘rab (Beirūt: dar ahyā’ al-turāth al-a‘rbī, 1454 A.H), 112

[10] Muḥammad murtaḍā al-zubaidī, Abū al-faidh muḥammad bin aḥsīnī, tāj al-u‘rō wa siman jō al-qāmōs (Qahirah: dar al-hidāyah, S.N), 345/2

[11] Imām muḥammad bin mukaram ibn-e-manḍōr afrīqī, lisān al-a‘rab, 112/5

ربط و مناسبت کی اہمیت:

ربط کلام کسی کلام کا ایسا جزو لاینفک ہے کہ اس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن یہ عجیب ہے کہ قرآن جس کو فصاحت وبلاغت کا معجزہ قرار دیا جاتا ہے ایک گروہ کے نزدیک ربط سے خالی ہے۔ ان کے نزدیک نہ ایک سورہ کا دوسری سورہ سے کوئی ربط و تعلق ہے اور نہ ہی ایک سورہ کی مختلف آیات میں باہم مناسبت و موافقت معلوم ہوتی ہے۔ بس مختلف آیات مختلف سورتوں میں بغیر کسی مناسبت کے جمع کر دی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسا فضول خیال ایک ایسی عظیم کتاب کے متعلق لوگوں کے اندر کس طرح جاگزیں ہو سکتا ہے جس کے متعلق دوست اور دشمن دونوں ہی اعترف کرتے ہیں کہ اس نے انسانی اذہان اور قلوب بدل ڈالے اور فکر و عمل کی نئی بنیادیں استوار کیں۔ اگر قرآن میں کوئی ربط اور ترتیب نہیں ہے تو پھر بہترین ترتیب نزولی ہوتی اور آیات اسی ترتیب کے ساتھ مصحف میں جمع کر دی جاتیں جس طرح آیات نازل ہوئیں تھیں۔[12]

لیکن ہمارے ہاں علماء کا ایک ایسا گروہ بھی رہا ہے جو قرآن میں ربط کا بڑی شدت سے قائل رہا ہے اس گروہ کے بعض اکابر نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں علامہ جلال الدین سیوطی اتقان[13] میں لکھتے ہیں کہ "علامہ ابو جعفر بن زبیر شیخ ابو حیان نے نظم قرآن پر ایک خاص کتاب لکھی اور اس کا نام "**البرهان في مناسبة ترتيب سور القرآن**" اور ہمارے زمانے کے لوگوں میں سے شیخ برہان الدین بقاعی نے اسی منتخب پر ایک کتاب تالیف کی ہے اس کا نام نظم الدرر فی تناسب الای ء والسور بھی اسی اصول پر لکھی گئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "**اسرار التنزیل**" کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے نظم قرآن کے علاوہ قرآن کے معجزہ ہونے کے پہلو بھی واضح کئے ہیں۔ اسی سلسلے میں نظم قرآن کی اہمیت کا اعترف وہ ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

ترتیب اور نظم کا علم ایک نہایت اعلیٰ علم ہے لیکن اس کے مشکل ہونے کے سبب سے مفسرین نے اس کی طرف بہت کم توجہ دی ہے۔

اسی طرح علامہ جلال الدین السیوطی اپنی کتاب الاتقان میں نقل کرتے ہیں:

> "**اول من اظهر علم المناسبه الشيخ ابو بكر النيسا پوری**" (پہلے شخص جنہوں نے علم مناسبت کو ظاہر کیا وہ شیخ ابو بکر نیساپوری ہیں)۔

فقہ و ادب میں ان کا بڑا رتبہ تھا۔ ان کے لئے منبر رکھا جاتا تھا جس پر بیٹھ کر وہ قرآنی آیات کی شرح کیا کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ فلاں آیت فلاں آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی اور فلاں سورۃ کے ساتھ رکھنے میں کیا حکمت ہے۔ اور علمائے بغداد کی کم علمی کے حوالے سے ذکر کرتے کہ یہ لوگ نظم کے علم سے محروم ہیں۔ الاتقان ہی میں علامہ جلال الدین السیوطی مناسبت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " آیات یا ان کی مثل چیزوں میں مناسبت کا مرجع ایک معنی ہے جو ان آیات کو باہم مربوط کرتا ہے۔ وہ معنی عام و خاص عقلی ہو یا حسی اور یا خیالی وغیرہ عام و خاص یا اُس کے سوا ملاقات کی دوسری نوعیں ہوں، یا تلازم ذہنی ہو مثلاً سبب اور مسبب علت اور معلول نظیریں اور ضدیں اور انہی کی مانند دیگر امور "[14]

مزید بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مناسبت کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اجزائے کلام میں سے دوسرے کو باہم بستہ اور پیوستہ بنا دیتی

---

[12] Maulānā amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān (Lāhōr: mōsā kāḍim printers, 2018), 3/1
[13] Maulānā Jalāl al-dīn al-sayōṭī, al-itqān (Karachī: iʿlmī graphics, 2008), 235/1
[14] Maulānā Jalāl al-dīn al-sayōṭī, al-itqān, 236

ہے۔اور اس طریقہ سے ارتباط کلام کی قوت بڑھ جاتی ہے اور تالیف کلام کا حال اُس عمارت کی طرح ہو جاتا ہے جو کہ نہایت محکم اور متناسب جزار کھنے والی ہو۔

علامہ حمید الدین فراہی[15] کا نظم قرآن کے بارے میں خیال ہے کہ لوگوں نے آیات قرآنیہ میں نظم کو ملحوظ ہی نہیں رکھا جس کی وجہ سے تالیف کا بہت سا ختلاف رونما ہو گیا۔اور ربط کلام جو صحیح سمت کے متعین کرنے والی چیز ہے اور جس سے اہل بدعت وگمراہی کی کج رویوں کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ بیچ سے بالکل غائب ہے۔اگر سورہ کا مرکزی مضمون سب کے سامنے ہوتا تو تاویل میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب ایک ہی بات پر متفق ہوتے اور تفسیر قرآن میں اختلاف نہ ہوتا۔علامہ اس کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ نظم وربط قرآن پر سب سے اہم گواہی ان علماء اکرام کا وہ علم اور یقین ہے جو ان ہر قرآن کی ترتیب کے راز ظاہر ہونے کے بعد حاصل ہوا ان حقائق اور قرآن میں موجود نظم قرآن کا انہوں نے خود مشاہدہ کیااور جوں جوں کتاب اللہ کے عجائب واسرار ان پر بے نقاب ہوتے گئے ان کا ذوق جستجو بڑھتا گیا اور ان کوشش کے نتیجے میں جو دروازے اللہ نے ان پر کھولے اس پر انہوں نے شکر ادا کیا اور جو دروازے نہیں کھلے اس کو وہ اپنی کم علمی اور نارسائی فہم پر محمول کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کتاب اللہ ایک سمندر ہے جس کے وجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے۔علامہ صاحب رقمطراز ہیں:

"انی رایت اختلاف الاراءفی التاویل من عدم التزام رباط الایات فانه لو ظهرالنظام و استبدن لنا عمود الکلام لجمعنا تحت رایةواحدةکلمةسواء"

"میں نے دیکھا ہے کہ تاویل کا بیشتر اختلاف اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے آیات کے اندر نظم کا لحاظ نہیں رکھا ہے۔اگر کلام کا نظم ظاہر ہوتا اور مرکزی مضمون بھی واضح طور پر سب کے سامنے ہوتا تو تاویل میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب ایک ہی جھنڈے کے نیچے اور ایک کلمہ پر جمع ہو جاتے"

علامہ حمید الدین کا خیال ہے کہ کسی بھی کلام کو سمجھنے کے لئے اس میں ربط اور نظم ضروری ہے۔بات کرنے والے نے جس مقصد کے لئے اپنے اسلوب بیان کو ذریعہ بنایا ہے اس سے اس وقت تک واقف نہیں ہوا جا سکتا جب تک کلام کے مختلف حصوں کا اجمالی تعلق معلوم نہ ہو۔ایک جملے کا دوسرے جملے سے کئی طریقوں سے ربط ہو سکتا ہے اور جو ان جملوں کا صحیح ربط نہیں سمجھ سکتا۔وہ ان جملوں کو متعین کرتے وقت ان کا صحیح مفہوم اوراور اس میں پائی جانے والی علم وحکمت کھو دیتا ہے۔

علامہ اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں "یہ بات محال ہے کہ تم کلام کے مختلف حصوں کا تعلق جانے بغیر کلام کو سمجھ لوگے کیونکہ جب تک تم اس کے طویل حصہ پر غور کروگے تو اس کا کچھ نہ کچھ مفہوم ذہن سے اتر جائے گا۔پھر جب ایک حصہ کے اجزا کا تعلق سمجھنا چاہوگے تو دوسری طرف کے کئی پہلو نظر انداز ہو جائیں گے اس طرح اس کلام کی جتنی نسبتیں سمجھ میں آئیں گی اس کے بقدر تم کلام کو نہیں سمجھ سکتے۔لیکن اگر یہ نسبتیں تم سمجھ جاؤاور دیکھ لو کہ وہ عبارت بالکل مربوط کلام ہے جو ایک ہی مضمون کو حاصل ہے تو اس کا احسن بیان تم پر ظاہر ہو جائے گا"۔

علامہ جلال الدین سیوطی الاتقان میں بیان کرتے ہیں کہ مناسبت کا علم نہایت شریف علم ہے جن لوگوں نے بکثرت مناسبات کو بیان کیا

[15] Ḥamīd al-dīn farahī, tafsīr niḍam al-qurān (February, da'irah hamīdiyah, 2009), 17

ہے ان میں ایک صاحب امام فخر الدین رازی ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر می ن بیان کیا ہے کہ

"اکثرُ لطائف القرآنِ مُودعۃفِی الترتیباتِ والروابط"،(قرآن شریف کے اکثر لطائف اس کی ترتیبوں اور روابط میں ودیعت رکھتے ہیں)۔

اسی طرح علامہ جلال الدین السیوطی اُن کی کتاب "المریدین"میں بیان کرتے ہیں:"قرآن کی آیتوں کا ایک دوسری کے ساتھ یوں ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسب رکھنے والے الفاظ اور مسلسل معنیٰ کا کلمہ ہو جائے، نہایت شریف اور عظیم علم ہے اور بجز ایک عالم کے کسی نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اس نے بھی سورۃ البقرۃ میں اس کو استعمال کیا تھا اور پھر اللہ نے اس علم کے فہم کے لئے ہمارے سینے کو کھول دیا لیکن ہم نے اپنے بعد میں آنے والوں میں اس علم کو سیکھنے کا شوق مفقود پایا تو ہم نے اس کو اپنے دل تک اور اللہ تک محدود کر لیا اور اس کا مکمل ہونا اللہ پر چھوڑ دیا"۔

ربط قرآن پر متقدمین کی رائے:

علمائے متقدمین کے ہاں مناسبت و نظم کی جو اصطلاح استعمال کی جاتی تھی اس میں سب سے پہلے توسیع علامہ زمخشری نے کی۔ انہوں نے اس بات کا اظہار اس طرح کیا کہ قرآن کریم اپنے جملوں کی ترکیب 'نظم اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اس کے مقابلہ کا منظم و بلیغ جملہ پیش کرنے سے ہر مخلوق عاجز ہے۔

البتہ متقدمین میں سے جن علماء نے اس سلسلہ میں کلام کیا ہے۔ان میں امام ابن قتیبہ 'ابو الحسن علی بن عیسیٰ رمانی معتزلہ (م383ھ)، امام خطابی(م388ھ، ابن جعفر باقلانی اشعری(م403ھ)، قاضی عبد الجبار اسد آبادی معتزلی(م415ھ)اور عبد القادر جرجانی (م471ھ) کے نام سر فہرست ہیں۔ان تمام علماء نے اپنی تصانیف میں اس موضوع پر لکھا ہے انہوں نے اپنی تصانیف میں نہ صرف نظم کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے بلکہ کلام ربط کو قرآن کا اعجاز بھی کہا ہے ان کے نزدیک قرآن کریم کے الفاظ و معنیٰ اور کلمات قرآن کا معجزہ نہیں ہیں کیونکہ یہی الفاظ و معنیٰ عرب کی عام بول چال کی زبان میں بھی رائج تھے بلکہ قرآن کا اصل معجزہ جو قرآن آیات اور جملوں کی شکل میں نازل ہوتا تھا اس کی ترتیب اور ترکیب تھی اور اس جیسی ترکیب و ترتیب پر مبنی ایک سورت پیش کرنے سے کفار عاجز آگئے تھے۔

اسی طرح امام خطابی[16] فرماتے ہیں کہ "قرآن کا اصل معجزہ اس کا ربط و نظم الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور اس کے حسین معانی ہیں"۔

قرآن توحید کی تعلیم اور شرک سے بچنے کی دعوت دیتا ہے اس نے وعظ و تبلیغ اور امر و نہی کے اصولوں اور اس کی تعلیمات کو موتیوں کی ایک خوبصورت مالا میں اس طرح منسلک کر دیا ہے کہ ذرا سا دھاگہ ٹوٹا تو ساری مالا کے موتی بکھر جائیں گے قرآن کی بلاغت میں پورے عربی ادب کے اسالیب کو جمع کر دیا گیا ہے جس کی مثال پیش کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر اس کے الفاظ، مضامین اور جملوں کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا دیا جائے تو اس کے مفاہیم گڑبڑ ہو جائیں گے اور قرآن کے کلام میں موجود حلاوت اور حسن برقرار نہیں رہے گا۔

---

[16] Aḥmad bin muḥammad khaṭābī, al-bayān fī a'jāz al-qurān (Qahirah:idārah al-sharqiyah, S.N), 25

قاضی عبدالجبار[17] (م415ھ) نظم کی بحث کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وہ کہتے ہیں کہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ فصاحت مفرد کلمات میں نہیں ہوتی بلکہ ایک مخصوص طریقہ کار کو اختیار کر کے کلام میں نظم وارتباط پیدا کر سے فصاحت پیدا ہوتی ہے۔ نظم و تالیف کے ساتھ ہر لفظ کی ایک صفت ہونی چاہیے یہ صفت بسا اوقات نظم و ترکیب سے اپنا مقام بناتی ہے اور کبھی اعراب کے ذریعے اور کبھی موقع محل سے امتیاز حاصل کر لیتی ہے۔ان تینوں کے علاوہ کوئی چوتھی شکل نہیں ہے اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ فصاحت میں حسن معنی بھی شامل ہے پھر تم نے اس کا خیال کیوں نہیں رکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معنیٰ کا حسن اگرچہ ناگزیر ہے لیکن ان میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اسی وجہ سے یہ صورت حال دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک ہی مفہوم ادا کرنے والوں میں سے ایک شخص دوسرے پر بازی لے جاتا ہے جبکہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہے معنی میں کمی بیشی نہیں ہوتی اس صورت میں تفاوت ان الفاظ میں ہو گا جو اظہار کا نامہ زیب رکھتے ہیں اگر یہ جملہ صحیح ہے تو خصوصیت تالیف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس سے کلمات مخصوص ہوتے ہیں یا تقدیم و تاخیر سے نکھار آتا ہے۔جو موقع محل کے لیے خاص ہیں یا پھر حرکات سے حسن پیدا ہوتا ہے۔جو اعراب کے ساتھ خاص ہیں اور اسی سے کلام میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔"

آئمہ اکرام کے ان اقوال سے واضح ہوتا علم نظم قرآن ایک ایسا علم ہے جو قرآن کے مضامین کو سمجھنے میں ہمارے لیے معاون ثابت ہوتا ہے اس کے بغیر قرآن کا صحیح فہم حاصل کرنا ایک ناگزیر عمل ہے اگر ایک شخص قرآن اور دین کی حکمت کو سمجھنا چاہتا ہے تو چاہیے کہ وہ نظم و ربط کو سمجھے کیونکہ قرآن کی یہ حکمت نظم سے ہی واضح ہوتی ہے۔

نظم و ربط پر لکھی گئی کتب:

چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں علامہ خطابی (متوفی 388ھ) نے اپنی کتاب "بیان العجاز" میں اس علم کے بارے میں لکھا ہے۔

علامہ باقلانی (متوفی 403ھ) نے اپنی کتاب "اعجاز القرآن" میں قرآن کی فصاحت و بلاغت اور معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عبدالجبار الہدانی (متوفی 410ھ) میں کام کیا۔اس کے بعد علامہ عبدالقاہر جرجانی نے اپنی کتاب دلائل العجاز میں قرآن کریم کے نظم و ربط پر کام کیا۔

چھٹی صدی ہجری میں علامہ زمخشری (متوفی 538ھ) نے اپنی تفسیر "الکشاف" میں تفصیل کے ساتھ قرآن کے الفاظ، آیات اور سورتوں میں سیاق وسباق کو بیان کیا ہے۔

امام فخر الدین الرازی (متوفی:606ھ) اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی اپنی کتاب "البیان فی علوم القرآن" میں۔

علامہ مخدوم (متوفی 835ھ) اپنی تفسیر تبصر الرحمٰن میں۔

امام برہان الدین البا قعی (متوفی 885ھ) اپنی کتاب "**نظم الددرفی تناسب آلای والسور**"۔

---

[17] Qaḍī a'bdul jabār, al-mughnī fī abwāb al-tawhīd wa al-a'dal (Qahirah: idarah al-i'limiyah, S.N), 13

علامہ جلال الدین السیوطی (متوفی 911ھ) نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں۔

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی (متوفی 1335ھ) نے اپنی کتاب "نظام القرآن" میں انمول خدمات انجام دی ہیں۔

اس کے بعد شیخ محمد رشید رضا (متوفی 1354ھ)

مولانا حسین علی (متوفی 1366ھ)

پھر مفتی احمد یار خان نعیمی نے اپنی تفسیر "تفسیر نعیمی" میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب "معارف القرآن" میں قرآنی آیات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

شیخ السعید الحوی (متوفی 1410ھ) نے اپنی تفسیر "العاص فی التفسیر" میں مولانا امین احمد اصلاحی (متوفی 1418ھ) نے اپنی تفسیر "تدبر القرآن" میں قرآن کریم کی ہم آہنگی پر ایک عظیم اور مفصل کام کیا ہے۔

مندرجہ بالا مختصر جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امت کے علماء اور مفسرین نے قرآن کریم کی تخصیص کے فن میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں[18]۔

ربط آیات وسور کی مثالیں:

ربط آیات وسور کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں:

(1) ہر آیت کو دوسری آیت سے جوڑا جائے، "حتی تکون واحدۃ الکلمۃ" یہاں تک کہ وہ ایک کلمہ بن جائے۔

(2) تمام آیات کو سورۃ کے مرکزی مضمون سے جوڑا جائے۔

مثال نمبر(1)

سورہ الوقعہ کا ماقبل سورۃ الرحمٰن سے ربط:

ان دونوں سورتوں میں ربط کلام بالکل واضح ہے بس اتنی بات یاد رکھنے کی ہے کہ سورۃ رحمٰن کی آیات (43-45) تک مجرموں کا انجام بیان کرنے کے بعد آیات (46-61) میں مقربین کی حیثیت کا بیان اور اس کی بعد کی آیات (62-78) میں اصحٰب الیمین کی جنت کا ذکر ہے ان گروہوں کی تفصیل اس کے بعد والی سور الواقعۃ میں آئی ہے۔

سورۃ رحمٰن میں انجام کے حوالے سے تین طرح کے لوگوں کا ذکر ہے اس میں مجرموں کا اور اللہ سے ڈرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے یعنی دو طرح کی جنتوں کا اور دوزخ کا ذکر ہے۔

جبکہ سورۃ واقعۃ میں جنت اور اہل جنت، دوزخ اور اہل دوزخ کا ذکر ہے **فَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ ٨ وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ ٩ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلسَّٰبِقُونَ ١٠ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلۡمُقَرَّبُونَ-**

1) اصحاب الیمین (2) اصحاب الشمال (3) مقربین

[18] Javed, Faizan Hassan, Anas Nazar, and Sajid Asdullah."The Importance of Coherence in Quranic Verses." *Journal of Positive School Psychology* 6, no. 9 (2022): 2310-2318.S,

مقربین کی جنت:

سورۃ واقعۃ کی آیت(15-26)

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوۡضُونَةٍ ١٥ مُّتَّكِـِٔينَ عَلَيۡهَا مُتَقَٰبِلِينَ ١٦ يَطُوفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَٰنٌ مُّخَلَّدُونَ ١٧ بِأَكۡوَابٍ وَ أَبَارِيقَ وَكَأۡسٍ مِّن
مَّعِينٍ ١٨ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنۡهَا وَلَا يُنزِفُونَ ١٩ وَفَٰكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ٢٠ وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُونَ ٢١ وَحُورٌ عِينٌ ٢٢
كَأَمۡثَٰلِ ٱللُّؤۡلُوِٕ ٱلۡمَكۡنُونِ ٢٣ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ٢٤ لَا يَسۡمَعُونَ فِيهَا

سورۃ الرحمٰن کی آیات(46- 61)

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ٤٦ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٤٧ ذَوَاتَآ أَفۡنَانٍ ٤٨ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٤٩
فِيهِمَا عَيۡنَانِ تَجۡرِيَانِ ٥٠ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥١ فِيهِمَا مِن كُلِّ فَٰكِهَةٍ زَوۡجَانِ ٥٢ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
٥٣ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنۡ إِسۡتَبۡرَقٍۚ وَجَنَى ٱلۡجَنَّتَيۡنِ دَانٍ ٥٤ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥٥ فِيهِنَّ قَٰصِرَٰتُ
ٱلطَّرۡفِ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ إِنسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ ٥٦ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥٧ كَأَنَّهُنَّ ٱلۡيَاقُوتُ وَٱلۡمَرۡجَانُ ٥٨ فَبِأَيِّ
ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥٩ هَلۡ جَزَآءُ ٱلۡإِحۡسَٰنِ إِلَّا ٱلۡإِحۡسَٰنُ ٦٠ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ٦١

اصحاب الیمین کی جنت:

سورۃ واقعۃ کی آیات(28-37)

فِي سِدۡرٍ مَّخۡضُودٍ ٢٨ وَطَلۡحٍ مَّنضُودٍ ٢٩ وَظِلٍّ مَّمۡدُودٍ ٣٠ وَمَآءٍ مَّسۡكُوبٍ ٣١ وَفَٰكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ٣٢ لَّا مَقۡطُوعَةٍ وَلَا
مَمۡنُوعَةٍ ٣٣ وَفُرُشٍ مَّرۡفُوعَةٍ ٣٤ إِنَّآ أَنشَأۡنَٰهُنَّ إِنشَآءً ٣٥ فَجَعَلۡنَٰهُنَّ أَبۡكَارًا ٣٦ عُرُبًا أَتۡرَابًا ٣٧

سورۃ الرحمٰن کی آیات(64-77)

مُدۡهَآمَّتَانِ ٦٤ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٦٥ فِيهِمَا عَيۡنَانِ نَضَّاخَتَانِ ٦٦ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٦٧ فِيهِمَا
فَٰكِهَةٌ وَنَخۡلٌ وَرُمَّانٌ ٦٨ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٦٩فِيهِنَّ خَيۡرَٰتٌ حِسَانٌ ٧٠ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٧١ حُورٌ
مَّقۡصُورَٰتٌ فِي ٱلۡخِيَامِ ٧٢ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٧٣ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ إِنسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ ٧٤ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ٧٥ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَعَبۡقَرِيٍّ حِسَانٍ ٧٦ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٧٧

اصحاب الشمال کا حشر :

ان لوگوں کا حشر بیان ہورہاہے جن کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔

سورۃ واقعۃ کی آیات(42-56)

فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ٤٢ وَظِلٍّ مِّن يَحۡمُومٍ ٤٣ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ٤٤ إِنَّهُمۡ كَانُواْ قَبۡلَ ذَٰلِكَ مُتۡرَفِينَ ٤٥ وَكَانُواْ يُصِرُّونَ
عَلَى ٱلۡحِنثِ ٱلۡعَظِيمِ ٤٦ وَكَانُواْ يَقُولُونَ أَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَٰمًا أَءِنَّا لَمَبۡعُوثُونَ ٤٧ أَوَءَابَآؤُنَا ٱلۡأَوَّلُونَ ٤٨ قُلۡ
إِنَّ ٱلۡأَوَّلِينَ وَٱلۡأٓخِرِينَ ٤٩ لَمَجۡمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَٰتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُومٍ ٥٠ Oثُمَّ إِنَّكُمۡ أَيُّهَا ٱلضَّآلُّونَ ٱلۡمُكَذِّبُونَ ٥١ لَأٓكِلُونَ مِن
شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ٥٢ فَمَالِـُٔونَ مِنۡهَا ٱلۡبُطُونَ ٥٣ فَشَٰرِبُونَ عَلَيۡهِ مِنَ ٱلۡحَمِيمِ ٥٤ فَشَٰرِبُونَ شُرۡبَ ٱلۡهِيمِ ٥٥ هَٰذَا نُزُلُهُمۡ
يَوۡمَ ٱلدِّينِ ٥٦ O إِنَّكُمۡ أَيُّهَا ٱلضَّآلُّونَ ٱلۡمُكَذِّبُونَ ٥١ لَأٓكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ٥٢ فَمَالِـُٔونَ مِنۡهَا ٱلۡبُطُونَ ٥٣
فَشَٰرِبُونَ عَلَيۡهِ مِنَ ٱلۡحَمِيمِ ٥٤ فَشَٰرِبُونَ شُرۡبَ ٱلۡهِيمِ ٥٥ هَٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ ٱلدِّينِ ٥٦ Oثُمَّ إِنَّكُمۡ أَيُّهَا ٱلضَّآلُّونَ
ٱلۡمُكَذِّبُونَ ٥١ لَأٓكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ٥٢ فَمَالِـُٔونَ مِنۡهَا ٱلۡبُطُونَ ٥٣ فَشَٰرِبُونَ عَلَيۡهِ مِنَ ٱلۡحَمِيمِ ٥٤ فَشَٰرِبُونَ
شُرۡبَ ٱلۡهِيمِ ٥٥ هَٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ ٱلدِّينِ O٥٦

سورہ الرحمٰن کی آیات(43-45)

هَٰذِهِۦ جَهَنَّمُ ٱلَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا ٱلْمُجْرِمُونَ ٤٣ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ ءَانٍ ٤٤ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ [19]

مثال نمبر2:

سورۃ الواقعۃ کی ما قبل کی آیات کا مابعد کی آیات سے ربط:

وَكُنتُمْ أَزْوَٰجًا ثَلَٰثَةً ٧ فَأَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ٨ وَأَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ ٩ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلسَّٰبِقُونَ ١٠

ان آیات میں لوگوں کی تقسیم تین گروہوں میں ہوئی ہے ایک گروہ اصحٰب المیمنۃ ہو گا، دوسرا گروہ اصحٰب المشئمۃ کا ہو گا، اور تیسرا سابقون پر مشتمل ہو گا۔

اور انہی تین گروہوں کا ذکر اس سورہ کی آخری آیات میں آیا ہے(88-93)

فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ٨٨ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ٨٩ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ٩٠ فَسَلَٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ٩١ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُكَذِّبِينَ ٱلضَّآلِّينَ ٩٢ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ٩٣

یہاں ان گروہوں کا ذکر اجمالاً کیا گیا ہے جبکہ اس سورہ کے شروع میں ان گروہوں کا تفصیلا ذکر ہو چکا ہے ایک سورت میں ایک موضوع کا اجمالی اور تفصیلی طور پر بیان ہونے کی ایک وجہ اس موضوع کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا بھی ہوتا ہے۔

شروع کی آیات(15-56)

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ١٥ مُّتَّكِـِٔينَ عَلَيْهَا مُتَقَٰبِلِينَ ١٦ ---------------------------فَمَالِـُٔونَ مِنْهَا ٱلْبُطُونَ ٥٣ فَشَٰرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ ٱلْحَمِيمِ ٥٤ فَشَٰرِبُونَ شُرْبَ ٱلْهِيمِ ٥٥ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ ٱلدِّينِ ٥٦ [20]

مثال نمبر3:

سورۃ النساء کا سابق سورۃ اٰل عمران کی آخری آیات سے ربط:

سورۃ النسا اپنی سابق سورہ-آل عمرآن-کے بعد اس طرح شروع ہوئی کہ اس کے ابتدائی الفاظ ہی سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ یہ اٰل عمران کا تکملہ اور تتمہ ہے۔اٰل عمران کی آخری اور نساء کی پہلی آیت کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ جس اہم مضمون پر اٰل عمران ختم ہوئی ہے اسی مضمون سے سورہ نساء کی تمہید ہوئی ہے۔ گویا اٰل عمران کے خاتمے اور نساء کے آغاز نے ایک حلقہ اتصال کی صورت اختیار کر لی۔

اٰل عمران کی آخری آیت(200)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟ وَرَابِطُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٢٠٠

اس میں مسلمانوں کی فلاح وکامیابی کی یہ راہ بتائی گئی ہے کہ انفرادی واجتماعی حیثیت سے ثابت قدمی دکھائیں، آپس میں جڑے، دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے اور اللہ سے ڈرتے رہیں۔

سورہ نساء کی پہلی آیت:

[19]Amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān, 61-65/8

[20]Amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān, 151,183/8

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ١

اب ہم اگر سورہ نساء کو دیکھتے ہیں تو اسی "ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ "کے مضمون سے شروع ہوتی ہے اور آگے آپس میں جڑے رہنے اور مخالفین کے بالمقابل ثابت قدمی کے لئے جو باتیں ضروری ہیں وہ نہایت وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔[21]

مثال نمبر4:

سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الکھف کی پہلی اور آخری آیات کا ربط:

سورہ بنی اسرائیل اور سورہ کھف دونوں مل کر خوبصورت جوڑا بناتی ہیں ان دونوں کے مابین کئی حوالوں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے اور ان میں نسبت زوجیت بھی ظاہر ہوتی ہے

سورہ بنی اسرائیل کی آیت(1)

سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِي بَٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ١

سورہ بنی اسرائیل کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ سے ہوتا ہے۔(1)

سورہ الکھف کی آیت(1)

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبۡدِهِ ٱلۡكِتَٰبَ وَلَمۡ يَجۡعَل لَّهُۥ عِوَجَاۜ ١

جبکہ سورہ الکھف اللہ تعالیٰ کی تحمید ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ سے شروع ہوتی ہے۔

ان دونوں کلمات کا باہمی تعلق اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے

(التسبیح نصف المیزان والحمدلله یملؤه) سنن ترمذی

گویا یہ دونوں کلمات مل کر کسی انسان کے دل میں اللہ کی معرفت کے اثاثے کی تکمیل کرتے ہیں۔

(2) سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ہے کہ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ جبکہ سورہ الکھف کی پہلی آیت میں أَنزَلَ عَلَىٰ عَبۡدِهِ دونوں سورتوں کی ابتدائی آیات میں نبی اکرم ﷺ کے لئے "رسول" کی بجائے "عبد" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(3) سورہ بنی اسرائیل کی آخری دو آیات کا آغاز لفظ **"قل"** سے ہوتا ہے

قُلِ ٱدۡعُواْ ٱللَّهَ أَوِ ٱدۡعُواْ ٱلرَّحۡمَٰنَۖ أَيّٗا مَّا تَدۡعُواْ فَلَهُ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰۚ وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَٱبۡتَغِ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلٗا ١١٠ وَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي لَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدٗا وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ شَرِيكٞ فِي ٱلۡمُلۡكِ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلِيّٞ مِّنَ ٱلذُّلِّۖ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيرَۢا ١١١

اور اسی طرح سورۃ الکھف کی آخری دو آیات بھی لفظ **"قل"** سے شروع ہوتی ہیں۔

قُل لَّوۡ كَانَ ٱلۡبَحۡرُ مِدَادٗا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ ٱلۡبَحۡرُ قَبۡلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهِۦ مَدَدٗا ١٠٩ قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا ١١٠

یعنی ان دونوں مقامات کی دو دو آیات کے مضامین میں باہم متلازم نسبت ہے۔

---

[21] Amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān, 237/2

(4) سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت ایک حکم پر ختم ہو رہی ہے: وَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي جبکہ سورۃ الکھف کی پہلی آیات کے مضمون سے لگتا ہے جیسے یہ اس کے حکم کی تعمیل میں نازل ہوئی ہے: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ [22]

مثال نمبر5:

سورۃ الکھف کی پہلی آیات کا آخری آیات سے ربط:

1)سورۃ الکھف کی آیات کا آغاز نبی ﷺ پر انذار و تبشیر کی ذمہ داری کے مضمون سے ہوتا ہے۔(1-4)

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبۡدِهِ ٱلۡكِتَٰبَ وَلَمۡ يَجۡعَل لَّهُۥ عِوَجَاۜ ١ قَيِّمٗا لِّيُنذِرَ بَأۡسٗا شَدِيدٗا مِّن لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرًا حَسَنٗا ٢ مَّٰكِثِينَ فِيهِ أَبَدٗا ٣ وَيُنذِرَ ٱلَّذِينَ قَالُواْ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدٗا ٤

اس سورہ کا خاتمہ میں اسی تہدید انذار کے موضوع کا پھر اعادہ ہے جس سے اس سورہ کا آغاز ہوا ہے گویا آخر میں ایک نئے اسلوب سے اسی حقیقت کی پھر یاد دہانی فرمادی جو کہ اس سورہ کا، مرکزی مضمون ہے۔

أَفَحَسِبَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن يَتَّخِذُواْ عِبَادِي مِن دُونِيٓ أَوۡلِيَآءَۚ إِنَّآ أَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكَٰفِرِينَ نُزُلٗا ١٠٢ قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ١٠٣ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا ١٠٤ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَزۡنٗا ١٠٥ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُواْ وَٱتَّخَذُوٓاْ ءَايَٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ١٠٦ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ كَانَتۡ لَهُمۡ جَنَّٰتُ ٱلۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ١٠٧ خَٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبۡغُونَ عَنۡهَا حِوَلٗا ١٠٨ قُل لَّوۡ كَانَ ٱلۡبَحۡرُ مِدَادٗا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ ٱلۡبَحۡرُ قَبۡلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهِۦ مَدَدٗا ١٠٩ قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا ١١٠

(2) اسی طرح اس سورہ کی پہلی آیت میں وحی کا ذکر ہے أَنزَلَ عَلَىٰ عَبۡدِهِ ٱلۡكِتَٰبَ

اور آخری آیت میں بھی وحی کا ذکر ہے أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ [23]

مثال نمبر6:

سورۃ الانبیاء کی شروع کی آیات کا ماقبل سورۃ طٰہ کی آخری آیات سے ربط:

جس مضمون پر سورہ طٰہ ختم ہوئی ہے اس مضمون پر سورہ انبیاء کا آغاز ہوا ہے سابق سورہ کی آخری آیات میں کہ اگر تم نشانی عذاب دیکھنے پر اڑے ہوئے ہو تو انتظار کرو اب اس عذاب کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔

سورہ طٰہ کی آیت(1)

قُلۡ كُلّٞ مُّتَرَبِّصٞ فَتَرَبَّصُواْۖ فَسَتَعۡلَمُونَ مَنۡ أَصۡحَٰبُ ٱلصِّرَٰطِ ٱلسَّوِيِّ وَمَنِ ٱهۡتَدَىٰ ١٣٥

اور سورہ انبیاء کا آغاز بغیر کسی نئی تمہید کے بعینہ اسی مضمون سے فرمایا ہے کہ کفار قریش کے حساب کی گھڑی بالکل سر پر آچکی ہے

ٱقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٖ مُّعۡرِضُونَ ١ مَا يَأۡتِيهِم مِّن ذِكۡرٖ مِّن رَّبِّهِم مُّحۡدَثٍ إِلَّا ٱسۡتَمَعُوهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُونَ [24]

---

[22] Dr isrār aḥmad, bayān al-qurān (Lāhōr: maktabah jadīd press, 2021), 523/2

[23] Amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān, 674/4

[24] Amīn aḥmad iṣlāḥī, tadabur al-qurān, 121/5

حاصل کلام:

ان تمام مفاہیم اور امثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں قرآن کے نظم وربط پر ایک گروہ اگر ایک خیال کا حامل ہے تو وہیں پر اس علم پر صحیح نظریہ رکھنے والا دوسرا گروہ بھی ہے اور اس گروہ نے اپنے اس نظریہ کے دعوٰی کی بنیاد پر کتاب الٰہی کی اس طرح سے خدمت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسی چیز آئے جو قرآن کے ربط ومناسبت کو لوگون کے ذہنوں میں واضح کردے اور قاری کا دل اور ذہن مطمئن ہو جائے آئمہ اکرم کے مطابق قرآن کے علوم اور حکمت کو ربط ونظم کے ذریعے سمجھنا آسان ہو گا اس کو سمجھے بغیر ہم قرآن سے زیادہ سے زیادہ کچھ منفرد احکام اور مفرد ہدایات حاصل کرسکتے ہیں البتہ اس سب سے اعلیٰ کتاب کے مفرد احکام اور ہدایات بھی بہت اہمیت کی حامل ہیں لیکن ان احکامات اور ہدایات کی سمجھ میں زمین آسمان کا فرق۔